غزل

از جناب احسانؔ دانش کاندھلوی

مطلوب طالب اکثر رہتے ہیں سرگراں سے
اک حسن خودنگر سے اک عشق بدگماں سے

اے کاش کوئی کہہ دے مل کر یہ باغباں سے
گل مطمئن نہیں ہیں ترتیبِ گلستاں سے

کیا خاک اُس کو ہوتا عرفان غنچہ و گل
فرصت ملی نہ جس کو تعمیرِ آشیاں سے

اُلجھی ہوئی ہیں سانسیں ڈوبی ہوئی ہیں نبضیں
بھٹکا ہوا مسافر ملتا ہے کارواں سے

تالیف ہو رہی ہے کب سے کتابِ محشر
افسانے آرہے ہیں کس کس کی داستاں سے

اب کون پھر خریدے سودائے دو جہاں کو
اب کون سر اُٹھائے اُس سنگِ آستاں سے

انجام گلستاں کی سُرخی جھلک رہی ہے
بجلی چمک رہی ہے تقدیرِ آشیاں سے

اے کاش تو وہ جلوے میری نظر کو بخشے
باقی جو رہ گئے ہیں تقسیمِ دو جہاں سے

بے اعتمادیاں ہیں سب اُن کی حق بجانب
رسوا ہوئی محبت کم ظرف رازداں سے

کچھ وہ سمجھ رہے ہیں کچھ میں سمجھ رہا ہوں
سجدوں سے آستاں یا سجدے ہیں آستاں سے

سوئے ادب ہے لیکن اے دو جہاں کے والی
کیا فاقہ کرنے والے باہر ہیں دو جہاں سے

فطرت سکونِ دل تو کیا خاک مجھ کو دیتی
قسمت نے گردشیں بھی مانگی ہیں آسماں سے

اب یاد کیا کرے گی احسانؔ ہم کو دُنیا
اب کیا غرض کسی کو اک خاکِ رائیگاں سے